ہر شخص اور ہر نظام کو فنا ہونا ہے، صرف اللہ کی ذات اور اس کا نظام باقی رہ
جائے گا وہ اور اس کا نظام ہی سب سے بزرگ و برتر ہے

خلاصہ کلام: اگر اس نظریاتی مملکت کو مستحکم کرنا ہے تو اس کی بقاء نبی کریم ﷺ کے دیئے ہوئے نظام کے نفاذ اور پیروی ہی میں ممکن ہے اور یہ نظام قرآن وسیرت نبوی ہی سے ماخوذ ہے۔

سیرت کی اثر اندازی کا صرف اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صرف دس برس میں دس لاکھ مربع کلومیٹر کا علاقہ زیرنگیں ہوا۔ داخلی وخارجی فسادات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اس پر قابو پایا اور ایسا صرف آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے ذریعہ ممکن ہوا۔ علامہ اقبال نے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مقالہ کی ترتیب: پہلے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے انقلابی پہلوؤں کو بیان کرتا ہوں کہ بگڑے ہوئے معاشرہ و نظام کو کیسے صحیح و مستحکم کیا۔ پھر اس کی روشنی میں اپنے ملک کا جائزہ پیش کروں گا کہ پاکستان کو کیسے نبوی معاشرہ سے استشہاد کرتے ہوئے مستحکم بنایا جاسکتا ہے۔

آپؐ سے پہلے عربوں کی حالت: زمانہ جاہلیت یعنی عرب قبل اسلام کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اس دور کے دو حصے ہیں۔

جاہلیت اول جو عرب بائدہ اور عرب عاربہ ومستعربہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسلام سے چند صدیاں قبل اس کا اختتام ہوا۔

دوسرا حصہ جاہلیت ثانیہ کہلاتا ہے۔ جو فتح مکہ پر ختم ہوا (۷) اصطلاح میں جاہلیت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی صاحب وحی نبی یا الہامی کتاب نہ آئی ہو۔ (۸) اور ڈاکٹر فاطمہ کی تحقیق کے مطابق اسلام سے پہلے کے ایک سو سال کا زمانہ ''زمانہ جاہلیت'' ہے۔ (۹) اس دور میں سیاسی بحران، مذہبی ابتری اور سماجی بدانتظامی کا زبردست غلبہ تھا۔

مذہبی حالت: پورا عرب بت پرستی کی لپیٹ میں تھا۔ صرف کعبہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے۔(۱۰) پتھروں کے ساتھ فرشتوں، جنوں، پریوں اور چاند سورج کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ قرآن نے مشرکین مکہ کی اس حالت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فرشتوں کو اللہ کے بیٹیاں کہتے ہیں۔ حالانکہ بیٹیاں خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔

سیاسی وقبائلی حالت: عرب بہت سے قبیلوں میں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ کا اپنا سردار ہوتا تھا۔ قبائلی غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا(۱۱) بلکہ ان کا اصول تھا کہ:

انصر اخاک ظالما او مظلوما

اپنے قبائلی بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم،

اس بنیاد پر ان میں سالہا سال جنگیں جاری رہتیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حالی نے فرمایا ہے۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

ڈاکے قتل، لوٹ مار عام تھی (۱۲)

اقتصادی حالت: پوری اقتصادیات تجارت کے اردگرد گھومتی تھی۔ کوئی خاص صنعت رائج نہ تھی اور نہ ہی زرعی ملک تھا۔ سارا مال ومتاع ہمیشہ لڑائیوں اور لوٹ ماری کی زد میں رہتا۔ صرف حرام مہینوں میں بازار عکاظ، ذی المجاز اور مجنہ وغیرہ لگتے تھے۔(۱۳) کاروبار میں سود عام تھا اور سود در سود کے نتیجہ میں لوگ نسل در نسل مقروض رہتے تھے۔ پھر بھی بقول مرزا غالب:

پیتے تھے مے قرض لے لے کر

خواتین کی معاشرتی حالت: قبیلہ تیم اور اسد وغیرہ بعض قبائل اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ وہ کسی کے خسر اور سالے بننے میں اپنی توہین محسوس کرتے تھے۔(۱۴) قرآن نے ان کے اس جرم کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا ہے۔

واذا المؤدة سئلت بای ذنب قتلت (۱۵)

قیامت کے دن زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی؟

بچیوں کی ولادت حد درجہ ذلت کا سبب سمجھی جاتی تھی۔ قرآن نے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا ہے

واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھه مسوداً وھو کظیم یتواری من القوم من سوء مابشر بہ ایمسکه علی ھون ایم یدسه فی التراب (۱۶)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا رہتا ہے اور اس خبر کی عار کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا ہے اور سوچتا ہے ذلت کے ساتھ بچی کو زندہ رکھے یا زمین میں زندہ درگور کر کے اپنی عزت بحال کرلے،

اچھی نسل کے حصول کے لئے عورت کو زنا پر مجبور کیا جاتا۔ (۱۷) مغلوب قبیلہ کی عورتوں کو اپنے حرم میں داخل کرلیا جاتا۔ (۱۸) اولاد اپنی سوتیلی ماں پر قبضہ کر کے اس سے نکاح کرلیتی (۱۹) نکاح کی کوئی تعداد نہ تھی جو جتنی چاہے بیویاں رکھ سکتا تھا۔ (۲۰) اپنی بیویوں کو سرداروں کے پاس قرضہ کے بدلہ گروی رکھتے تھے۔ (۲۱) عورتوں کو وراثت ملنا تو کجا وہ خود وراثت میں تقسیم ہوتی تھیں۔ (۲۲)

جس قوم کی مذہبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی حالت اتنی قعر مذلت تک پہنچ چکی تھی اسے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ نے کس طرح تبدیل کیا؟ اور اس قوم کو آئیڈیل قوم کس طرح بنایا؟ یہ جاننے کے لئے ہمیں آپ کی سیرت کا مختصر مطالعہ کرنا ہے تاکہ اس کی روشنی میں جس طرح

عرب کا معاشرہ تباہی سے استحکام کی طرف گامزن ہوا اسی طرح ہمارا پاکستانی معاشرہ بھی تباہی کی منجدھار سے نکل کر شاہراہ مستقیم پر گامزن ہو کر مستحکم ہو سکے۔

نبوی معاشرہ

نبویؐ معاشرہ میں اسلام کی دعوت: قانون بین المما لک جو حقیقت میں بین المما لک بھی ہو اور قانون بھی ہو مسلمانوں سے شروع ہوتا ہے اور یہ بھی رسول اکرم کی سیرت پر مبنی ہے۔ اسلام کا آغاز ہوا تو ابتدا میں بہت سی عملی دشواریاں تھیں اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی علیحدہ مملکت نہیں تھی، وہ شہر مکہ ہی میں رہتے تھے اور یہ مملکت کے اندر ایک مملکت (State Within a State) کی حیثیت رکھتی تھی۔ مسلمان شہر کے حاکم کی جگہ نبی کریم ﷺ کے احکام کی اطاعت کرتے تھے۔ لیکن جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں چند ہی ہفتوں کے اندر مسلمانوں نے ایک حکومت قائم کر لی جس کا باقاعدہ ایک دستور بھی بنایا گیا اور اس دستوری حکومت کا سربراہ نبی کریم ﷺ کو منتخب کیا گیا۔ (۲۳) اس نظریاتی مملکت کے قیام میں مصائب کے پہاڑ کھڑے کئے گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی معنوی طاقت اور قوت فیصلہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے ناکامی کے تمام تصورات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مشکل مواقع بھی پیش آئے مگر آپ نے صاف کہہ دیا۔

> ''اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تو
> بھی میں اپنے فیصلہ کو واپس نہ لوں گا'' (۲۴)

آپؐ نے ہجرت کرنا قبول کیا لیکن اصل مقصد سے ایک انچ ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ اسی ہجرت کے ذریعہ قیام حکومت اور توسیع حکومت کے ذرائع میسر آئے۔

قیام حکومت کے بعد استحکام حکومت: اسلامی طرز حکومت تکوین حکومت کی ایک مستقل اور متعین تاریخی مثال ہے جس کی مثال نہیں لائی جا سکتی۔ اسلامی طرز حکومت ایک اتم اور اکمل مملکت کا نمونہ ہے جس کو صاف طور سے اس کے ابتدائی دور میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی پہلی خصوصیت

حکومت الٰہی کا قیام ہے۔ اس کے حلقہ کار میں ساری حکومت اور ساری ماتحتی کا مدار کائنات کے ایک خدا کی بالا دستی پر ہے۔ (۲۵) دوسری خصوصیت خلافت کا قیام ہے یعنی حکومت خدا کی امانت ہے انسان خدا کا نمائندہ اور ذمہ دار ہے۔ (۲۶) تیسری خصوصیت قانونی مساوات ہے یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔

استحکام حکومت کے اصول: نبی کریم ﷺ نے درج ذیل اصولوں کے ذریعہ حکومت کو مستحکم کیا۔

(۱) حکومت کو نمائشی امور سرمایہ دارانہ آلائشوں اور خاندانی حق سے پاک کر کے عوام کی چیز بنایا اور عوامی رائے کو اس کے سیاسی مزاج میں داخل کیا۔

(۲) حکومت کے عہدے داروں کے لیے معمولی تنخواہیں رکھیں۔ رشوت کا تصور ختم کیا۔

(۳) انصاف کو آسان بلا معاوضہ اور بلا تخصیص مذہب رکھا۔

(۴) اجتماعی کوششوں سے حاصل ہونے والی دولت کو عوام کی دولت قرار دیا اور اصول مقرر کیا کہ ہر علاقہ کے امیروں سے مال (زکوٰۃ عشر وغیرہ) لے کر اسی علاقہ کے غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔

(۵) حکام کے تقرر میں تقویٰ، اہلیت اور مفاد عامہ کو پیش نظر رکھا۔

(۶) شوریٰ کو سلطنت کے کاموں کی روح قرار دیا۔

(۷) بین الاقوامی معاملات اور ملکی معاملات کی درستگی کے لئے معاہدات کئے۔ (۲۷)

نبوی معاشرہ میں اسلام کی دعوت: ایک نظریاتی مملکت وہی ہوتی ہے جو کسی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہو اور اس کو فروغ دے۔ استحکام مدینہ کی ابتدائی کاروائی کے بعد امور خارجہ پر توجہ دی۔ دیگر ممالک کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مدینہ میں موجود غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے لئے آپ کو چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ ایک طرف یہود تھے جو مذہبی چودھراہٹ چھن جانے سے مسلسل مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔ دوسرے منافق تھے جو سرداری

چھننے کے غم سے اور مفادات کے حصول میں کبھی مسلمانوں کے ساتھ ملتے اور کبھی دشمنوں کے ساتھ مل کر سازشیں کرتے۔ تیسری طرف مدینہ کے قبائل کی باہمی لڑائیاں تھیں جو ۱۲۰ رسال سے چلی آرہی تھیں۔ چوتھی طرف مسلمانوں کے معاشی و معاشرتی مسائل تھے۔ پانچویں طرف بیرونی خطرات تھے۔ آپ ﷺ نے تمام صورت حال کا مقابلہ کیا اور اشاعت اسلام کے ذریعہ ہر علاقہ میں کارکن بنتے رہے۔ جہاں دشمنیاں بڑھیں، وہیں جانثار کارکن بھی ملتے رہے۔ بالآخر دشمن بھی زیر ہوتے گئے اور نظریاتی یلغار کے ذریعہ اسٹیٹ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

نبوی معاشرہ میں اخوت کا نظام: داخلی استحکام کے لئے معاش و معاشرت میں توازن بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے آپ ﷺ نے اخوت کا نظام نافذ کیا۔ جسے مواخات (بھائی چارگی) کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا اس کی بنیاد یہ تھی کہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے، ایک دوسرے کی معاونت کریں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (غزوہ بدر کے بعد وراثت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ ۲۸) اس مواخات کا مقصد یہ تھا کہ باہمی، معاشی و معاشرتی اعتبار سے مہاجروں کو سہارا مل جائے اور جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ جو رنگ نسل، قوم اور وطن کے حوالہ سے موجود تھیں۔ (۳۰) نوے مہاجر و انصار کے درمیان یہ مواخات قائم ہوئی اور انصار نے کس خلوص سے اس پر عمل کیا اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایئے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (مہاجر) اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا آپ خود میرا مال دو حصوں میں تقسیم کر کے لے لیں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپ کو پسند ہو میں اسے طلاق دیئے دیتا ہوں، آپ اس سے شادی کر لیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا اللہ آپ کے مال اور اہل میں برکات عطا فرمائے۔ آپ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے تا کہ میں محنت کے

ذریعہ کما سکوں۔آپ نے یہ پیشکش اگرچہ قبول نہیں کی لیکن اس سے باہمی اخوت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح باہم رچ بس گئی تھی (۳۱) اور مواخات صحابہ کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے راسخ ہوگئیں تھیں۔آپؐ نے اپنی تعلیمات میں تمام مسلمانوں کو بھائی اور ایک دوسرے کا مددگار بننے کے جذبہ کو راسخ کیا۔(۳۲) اور جاہلی افکار کی مذمت کی (۳۳) اس لئے کہ مواخات کے خلاف نسلیو جاہلی عصبیت سے مدد لی جاتی تھی۔

نبویؐ معاہدات اور مذہبی رواداری: داخلی اور خارجی استحکام ہی کے ذریعہ پائیدار حکومت قائم ہوتی ہے اور عوام مطمئن زندگی گذارتے ہیں۔ملک دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے۔اسی افادیت کے پیش نظر آپ نے مدینہ کے باہر رہنے والوں سے معاہدات کئے۔یہ معاہدات آپ کی مذہبی رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہود سے معاہدہ: یہود اگرچہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن اس عداوت کا کھل کر اظہار نہیں کیا تھا۔لہٰذا آپ نے یہود کو مکمل آزادی کی ضمانت ایک معاہدہ کے ذریعہ دی۔جس کی اہم شقیں یہ تھیں۔اس معاہدہ کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۱) یہود کو مکمل مذہبی آزادی ہوگی۔

(۲) جو طاقت فریقین میں کسی بھی ایک سے جنگ کرے گی تو دونوں اس سے مل کر لڑیں گے۔

(۳) دونوں فریق ایک دوسرے سے خیر خواہی کریں گے۔

(۴) مظلوم مسلم ہو یا غیر مسلم اس کی مدد کی جائے گی۔

(۵) جنگ کے اخراجات سب مل کر برداشت کریں گے۔

(۶) معاہدے کے شرکاء میں باہمی فساد اور کشت خون وخرابہ حرام ہوگا۔

(۷) قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۸) اگر فریقین میں کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول محمد

رسول اللہ ﷺ کریں گے۔ (۳۴)

اس معاہدہ کی ایک ایک شق سے مذہبی رواداری ٹپکتی رہی ہے۔

مشرکین مکہ سے معاہدہ: اسی طرح آپ نے مشرکین مکہ سے بھی ایک معاہدہ کیا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کا پس منظر یہ ہے کہ آپ ۶ھ میں اپنے ہمراہ ۱۵۰۰/ پندرہ سو صحابہ کو لے کر عازم عمرہ ہوئے۔ مگر مکہ میں داخلہ سے قبل اطلاع ملی کہ مشرکین جنگ پر آمادہ ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں پیش کش کی کہ ہم لڑنے نہیں آئے، صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ جنگ جدل بہت ہو چکی اب معاہدہ کرلو۔ مشرکین کی طرف سے سہیل ابن عمر نے معاہدہ کیا۔ معاہدہ کرتے ہوئے اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد کے ساتھ رسول اللہ (ﷺ) لکھنے پر اعتراض کیا۔ آپ نے دونوں چیزیں نکلوادیں۔ اس معاہدہ کی اہم شقیں یہ تھیں۔

(۱) دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔

(۲) قریش کا جو شخص بغیر اجازت محمدؐ کے پاس چلا جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اور جو محمدؐ کا آدمی مکہ جائے گا اسے قریش واپس نہیں کریں گے۔

(۳) جو قبیلہ محمدؐ کے عہد میں داخل ہونا پسند کرے گا اس کو آزادی ہوگی اور جو قریش کے عہد میں آنے کا آرزو مند ہوگا وہ بھی آزاد ہوگا

(۴) مسلمان اس سال عمرہ نہیں کر سکتے واپس جائیں گے، آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے۔ آپ ﷺ اور صحابہؓ اسلحہ لے کر نہیں آئیں گے اور جو اسلحہ ہوگا وہ میان میں چھپا کر رکھیں گے۔ (۳۵)

اس معاہدہ کا ایک ایک لفظ مشرکین مکہ کی حمایت میں ہے۔ صحابہ کی بڑی تعداد برسر پیکار ہونے کے لئے بے چین ہے۔ لیکن آپ عزیمت کے پہاڑ بن گئے اور امن عالم کی خاطر تمام شرائط کو قبول کرلیا حتیٰ کہ مکہ سے آنے والے مظلوم ابو جندلؓ کو ان کے حوالہ کر دیا لیکن معاہدہ پر آنچ نہیں آنے دیا۔ (۳۶)

یہی وہ معاہدہ ہے جو جس نے خارجی دنیا میں مسلمانوں کو اعلیٰ مقام دیا اور ان کے دلوں سے مسلمانوں کی نفرت مٹا دی۔ اسی وجہ سے قرآن نے معادہ کو فتح مبین قرار دیا ہے اور مسلمانوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا بقول علامہ اقبال:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

میں نے یہ معاہدے بطور نمونہ پیش کئے ورنہ غیر مسلموں سے کئے گئے دیگر تمام معاہدات مثلاً ۹ ھ کا تبوک کا معاہدہ صلح اور ثقیف سے معاہدہ (۳۷) مذہبی رواداری کا مظہر ہے۔ معاہدات کے علاوہ عام معاشرتی معاملات میں بھی آپ ﷺ نے مذہبی رواداری کی تعلیم دی ہے۔ قرآن میں واضح حکم ہے:

وصاحبهما فی الدنیا معروفا(۳۷)

اپنے مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی عرف کے مطابق اچھا برتاؤ کرو

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنی مشرکہ ماں کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلح رحمی کرو (۳۹) انہیں گھر آنے دو اور ان کا تحفہ بھی قبول کرو۔ (۴۰)

اسی طرح ایک یہودی کے گھر اس کے مرض الموت میں غیر مسلموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا ہے۔ حتیٰ کہ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان جو کہ مشرک تھے آپ نے چابی انہی کے حوالہ کردی اور کہا تم سے جو چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ (۴۴) یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ مسلمان ہو گئے

جہاد کی حلت اور حکم: لیکن مسلمانوں کی اتنی رواداریوں کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مسلسل ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے اور دشمنوں سے مل کر کھلی اور چھپی سازشیں کرتے رہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

لہٰذا ایسے لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر (۴۵)

جو لوگ ظلماً مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو بھی ان سے
جنگ کی اجازت ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ اور دیگر دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ کبھی سعد بن ابی وقاصؓ پہرہ دیتے (۴۶) کبھی دیگر صحابہ۔ اس کے ساتھ آپ نے بذریعہ جہاد بنوقینقاع کے یہودیوں کی خبر لی اور انہیں مدینہ بدر کیا۔ (۴۷) جہاد کے معنی ہی یہ ہیں کہ دشمن کے مراکز پر مسلح حملہ کیا جائے اور اسلام کو سر بلند کیا جائے (۴۸) اور یہ جنگ فی سبیل اللہ انسانیت کی بہتری کے لئے کی جاتی ہے۔ (۴۹) ۲ ھ کے جہاد میں ۳۱۳ مجاہدین بدر میں لڑے اور ۳ ھ میں ۷۰۰ احد میں لڑے، ۸ ھ میں ۳۰۰ موتہ میں لڑے اور ۱۰۰۰۰ نے مکہ فتح کیا۔ ۱۲۰۰۰ نے غزوہ حنین کی جنگ میں حصہ لیا۔ ۹ ھ میں تیس ہزار غزوہ تبوک میں لڑے۔ (۵۰)

اسی طرح دیگر غزوات میں یہ تناسب بڑھتا رہا۔ لیکن دس سالہ جنگ میں دوسو چالیس افراد بھی ہلاک نہیں ہوئے۔ جس میں صحابہ کی تعداد بہت کم تھی اور اس جہاد کی بدولت تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اگر مرنے والوں کی اوسط نکالی جائے تو مہینہ میں دو بھی نہیں۔ (۵۱) اس سے معلوم ہوتا ہے نبوی جہاد کا مقصد خون ریزی تباہی و بربادی نہیں بلکہ شر کا خاتمہ اور خیر کا فروغ تھا۔

نبوی معاشرہ میں مشاورت: کوئی بھی حکومت مستحکم و دائم اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ اس کے باشندوں کو اس میں شریک کیا جائے اور وہ اس شرکت کو محسوس کریں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے "مشورہ" کو رائج کیا۔ مشورہ لینے کے لئے ادارہ وجود میں آتا ہے جسے "مجلس شوریٰ" کہا جاتا ہے۔ اس میں ارباب حل وعقد سے ان کی آراء پوچھی جاتی ہے اور اس کی روشنی میں کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ (۵۲) اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

مجلس شوریٰ کی تعریف: قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے

افراد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ (۵۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگرچہ اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے بے نیاز ہے۔ مگر شوریٰ کا حکم امت کے لئے رحمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

احداً اکثر مشورة لاصحابه من النبیؐ (۵۴)

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ ﷺ تھے

یہی بات حضرت عائشہؓ نے فرمائی۔ ہم جب کتب سیر و تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پہلو خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مشورہ کے نظائر: آپ نے ہر اہم مسئلہ پر صحابہ سے مشورہ کیا۔

(۱) ۱ھ میں نماز کے اجتماع کے لئے اذان کا مشورہ صحابہ سے ہوا۔ (۵۵)

(۲) ۲ھ میں غزوہ بدر کے سلسلہ میں صحابہ سے مشورہ لیا۔ (۵۶)

(۳) ۲ھ میں غزوہ بدر میں قید ہونے والے مشرکین مکہ کے بارہ میں مشورہ کیا۔ (۵۷)

(۴) ۵ھ میں غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ سے مشورہ کیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر۔ (۵۸)

(۵) ۶ھ میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی تو صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ (۵۹)

(۶) ۸ھ میں ہوازن کے چھ ہزار جنگی قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا۔ (۶۰)

(۷) ۱۰ھ میں معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرنے کے لئے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ (۶۱)

خلفاء اربعہ نے بھی نبی کریم ﷺ کی اس سنت کو جاری رکھا۔ مشورہ کے بعد اس پر عمل

کرنے کے لئے رائے عامہ تیار ہو جاتی ہے۔ ہر طبقہ اپنی شرکت کو محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ملک کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور ملک آمریت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مستشرق آرمینس وان میری نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے جسے ڈیما کریسی (حقیقی جمہوریت) کی بنا پر امتیاز اور فوقیت حاصل ہے انسان کی عمرانی تاریخ سے آج تک اگر صحیح معنی میں کوئی شوروی حکومت قائم ہوئی ہے تو بقسم کہنا درست ہوگا کہ وہ خلفاء راشدین ہی کی خلافت راشدہ تھی۔(۶۲)

عہد نبویؐ میں فروغ اسلام کے مساعی: کوئی بھی مملکت مستحکم و محفوظ اسی وقت رہ سکتی ہے جبکہ اردگرد کے علاقے اس کے مذہبی ہمنوا اور دوست ہوں۔ ۶ھ میں جیسے ہی داخلی و خارجی حملوں سے صلح حدیبیہ کے ذریعہ تحفظ حاصل ہوا آپ نے اسلام کی دعوت دیگر حکمرانوں تک پہنچانی شروع کی۔ انٹرنیشنل اصول تھا کہ بادشاہ اسی وقت خط قبول کرتے تھے جب کہ ان پر مہر لگی ہو۔ لہٰذا آپؐ نے مہر بنوالی جس کے الفاظ اس طرح تھے۔ ''محمد رسول اللہ'' (۶۳) (لفظ محمد نیچے، رسول اس سے اوپر اور اللہ سب سے اوپر تھا)

(۱) آپؐ نے ایک خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام لکھا اس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے قبول کیا اور مسلمان ہوگیا۔(۶۴)

(۲) دوسرا خط مصر و اسکندریہ کے حکمراں مقوقس کے نام لکھا اس میں بھی اسلام کی دعوت کے ساتھ دوہرے اجر کی خوشخبری دی۔(۶۵)

(۳) ایک خط بادشاہ فارس کسریٰ کے نام لکھا۔(۶۶)

(۴) ایک خط قیصر شاہ روم ہرقل کے نام لکھا۔(۶۷)

(۵) ایک خط حاکم بحرین منذر بن ساوی کے نام لکھا۔(۶۸)

(۶) ایک خط یمامہ کے حاکم ہوذہ کے نام لکھا۔(۶۹)

صرف یہی نہیں بلکہ بیشمار حکمرانوں جس میں عمان وغیرہ کے حکمراں اور سرداران قبائل

ہیں، ان تک اس مذہب کی تعلیمات پہنچا کر اسلام کی دعوت دی۔ اس نظریاتی یلغار کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام دنیا میں برق رفتاری سے متعارف ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف آنا شروع ہوئے۔ اسی کیفیت کی منظر کشی کرتے ہوئے قرآن اس طرح گویا ہوا۔

اذا جاء نصر الله و الفتح و رأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا (۷۰)

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مسلمانوں کو کافروں پر فتح حاصل ہوئی اور آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ جوق در جوق لشکروں کی صورت میں اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

یہ اسلام کی تبلیغی کوششوں کا حصہ تھا جس کی طرف آپ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ترغیب دیتے ہوئے حکم فرمایا تھا کہ لوگو گواہ رہنا میں نے تم تک اسلام پہنچا دیا ہے۔ حاضرین کو چاہئے کہ وہ غائبین تک اس پیغام کو پہنچا دیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے اکثریت تبلیغ کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور دنیا بھر میں اسلام کو پہنچا کر وہیں دفن ہوئے۔ آج دنیا کے ہر خطہ میں صحابہؓ کے مزارات اس کا واضح ثبوت ہیں۔

نبوی معاشرہ کا نظام معیشت و کفالت: ہر ملک کے استحکام اور خوشحالی میں اس ملک کا معاشی نظام اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس طرف سے بھی غافل نہ رہے، آپ ﷺ نے معاشی عدل اور عوامی کفالت کا نظام رائج کیا۔ ظلم، جبر، استحصال، مفاد پرستی، زر پرستی، واقرباء پروری، پڑوسیوں اور کمزور طبقوں سے تغافل کی تمام شکلوں کے دروازے بند کر دیئے۔ معیشت کو دھوکہ فریب اور سود کے استحصال سے پاک کیا خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا۔

جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ (۷۱)

اور عوام کی کفالت کے لیئے زکوٰۃ ، صدقات، خمس، فئی ، خراج، عشر، جزیہ، عشور (درآمدی مال کا ٹیکس) وغیرہ۔

جس کے ذریعہ عوام کو بنیادی ضروریات کھانا ، کپڑا ، مکان ، علاج کی سہولت حاصل ہو سکے اس کے لیئے مرکزی ادارہ بیت المال قائم کیا۔ (۷۲) اور مذکورہ مال جمع کرنے کے لیئے عمال مقرر کیئے عینیہ بن حصن کو بنوتمیم سے یزید بن الحصین کو بنو اسلم وغفار سے عباد کو سلیم اور مزینہ سے رافع جہینہ ، عمر بن العاص کو بنو فزارہ ، ضحاک کو بنو کلاب سے اور اسی طرح دیگر قبائل و علاقوں سے وصول کرنے اور پھر اس مال کو مستحقین میں تقسیم کرنے کے لیئے مقرر کیا تھا۔ (۷۳) جس کی وجہ سے مسلمانوں میں معاشی خوشحالی پیدا ہوئی اور نو مسلموں کو استحکام حاصل ہوا۔

نبوی معاشرہ کا نظام تعلیم و تربیت: اسلام کا آغاز بھی تعلیم و تعلم سے ہوا۔ پہلی وحی ''اقرأ باسم ربک'' اس کا واضح ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد ساری زندگی فروغ علم میں گذاری مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر اور اس میں اصحاب صفہ کا قیام تھا۔ جسے ہم پہلا مدرسہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں لکھنا پڑھنا سب شامل تھا۔ جب یہاں سے طلباء تعلیم حاصل کر لیتے تو انہیں دوسرے علاقوں میں تعلیم دینے کے لیئے بھیجا جاتا۔ (۷۴) ایک علاقہ میں آپ نے ستر صحابہ کو جو کہ حافظ تھے تبلیغ کے لیئے بھیجا۔ مگر دشمنوں نے انہیں دھوکہ سے شہید کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں فروغ علم پر خصوصی توجہ دی۔ حتیٰ کہ اسیران بدر کی رہائی کے لیئے یہ شرط لگائی کہ ہر قیدی دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو آزاد ہے حالانکہ مسلمانوں کو علم سے زیادہ مال کی ضرورت تھی۔ لیکن آپؐ جانتے تھے کہ علم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور تربیت کے بغیر کوئی قوم مہذب نہیں بن سکتی۔ لہٰذا آپ نے تعلیم کے ساتھ اساتذہ اور والدین کو حکم دیا کہ وہ تربیت بھی دیں۔ اس طرف راغب کرنے کے لیئے فضائل بھی بیان کیئے۔ جس کے نتیجہ میں شاندار نسل تیار ہوئی۔ اس نسل کا ہر فرد چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند تھا۔ اسی لیئے آپؐ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم فبابهم اقتدیتم اهتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اور تعلیم وتربیت بچوں، بوڑھوں، جوانوں، عورتوں، مردوں سب کے لئے تھی اس میں آزادوغلام کا فرق بھی روا نہیں رکھا گیا۔ یہ صرف مذہبی تعلیم وتربیت نہیں تھی جیسا کہ سمجھا جاتا ہے بلکہ اس میں دینی ودنیاوی علوم کی تعلیم بھی تھی۔اخلاقی تربیت کے ساتھ فوجی تربیت بھی تھی۔آپؐ خود کھڑے ہوکر گھوڑ دوڑ، نشانہ بازی اور جسمانی ورزش کا اہتمام کراتے اور مقابلوں کے بعد انعام بھی دیا کرتے تھے تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہو۔(۷۵)

نبوی معاشرہ میں عادلانہ قوانین کا نفاذ اورامن کا ظہور: آپؐ نے ایک طرف حکمرانوں کو عادلانہ نظام کے ذریعہ طریقہ حکمرانی و جہاں بانی کے گر سکھائے۔ رعایا پروری کی تعلیم دی تو دوسری طرف رعایا کو حکمرانوں کی حق حکمرانی کے اسلوب سکھائے۔ انہیں بغاوت، شر وفساد، حکم عدولی سے باز رکھا تا کہ حصول حق میں نظام حکومت تہہ وبالا نہ ہوجائے ہر شخص کو اس کا حق اس کی دہلیز پر ملا۔احکام کے نفاذ میں آزاد غلام، کمزور، توانا، عورت، مرد، مسلم غیر مسلم، حکمراں اور رعایا میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی۔جس کی وجہ سے اسلامی اسٹیٹ ہمیشہ امن کا گہوارہ رہا۔امن کسی بھی ملک کے استحکام میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر آپؐ نے فرمایا ''کفر کے ذریعہ تو حکومت قائم رہ سکتی ہے، ظلم کے ذریعہ کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی'' جب حکمراں جو کہ عوام کی جان، مال، آبرو کا محافظ بنایا گیا وہی اسے پامال کرنے لگے تو بھلا وہ ملک کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔اس ملک کی عوام کس طرح اس ملک کے دفاع کے لئے لڑ سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہی وہ مصدر ہے جس سے دنیا کی عظیم قوم وجود میں آئی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

نبوی معاشرہ میں انسانی حقوق کا تحفظ: فساد اور تخریب کی بنیاد ہمیشہ حقوق ہوتے ہیں۔ کہیں خون کا بدلہ کہیں جاہ ومنصب کا جھگڑا، کہیں طاقت کا غلط استعمال، آپؐ سے پہلے معاشرہ میں

ہر طرح کا ظلم وجور نافذ تھا۔ آپؐ نے ہر طبقہ اور ہر شخص کے حقوق کا تعین کیا وہ آزاد ہو یا غلام عورت ہو یا مرد، اعلیٰ نسب ہو یا کم تر، طاقتور ہو یا کمزور بالخصوص خواتین جو اس معاشرہ کا سب سے کچلا ہوا طبقہ تھا، آپؐ نے بحیثیت بیٹی، بحیثیت بیوی، بحیثیت ماں اور بحیثیت بہن اس کا مقام بحال کیا۔ ماں کے قدموں تلے جنت، بیٹی کی تربیت، بہن کی کفالت اور بیوی سے اچھے سلوک پر جنت کی خوشخبریاں سنا کر زیادتیوں کا ازالہ کیا۔ غیر مسلموں کو مکمل حقوق دیئے جس میں مذہبی، معاشی، سفری اور سیاسی آزادی شامل تھی۔ اس کے خون کو مسلمان کے خون کی طرح محفوظ قرار دیا۔ جس سے معاشرہ میں امن وسکون کا دور دورہ ہوا اور معاشرہ کے جملہ طبقات اسلام میں ضم ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ بعد کے ادوار میں غیر مسلموں نے مسلم حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اپنے ہم مذہبوں کے خلاف حملہ پر آمادہ کیا اور اپنے ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اسلام کے زیر سایہ رہنے میں فخر محسوس کیا۔

خلاصہ بحث: نبی کریم ﷺ سے پہلے معاشرہ میں آج کی طرح سیاسی، مذہبی اقتصادی اور علمی انحطاط تھا۔ قومیت کا عفریت مذہبی منافرت کا لاوا سب کچھ نگل چکا تھا۔ خواتین صرف جنسی تسکین کا ذریعہ تھیں۔ دولت مند دولت کی ہوس میں سود در سود وصول حاصل کیا کرتے تھے۔ خواتین کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ جاہلیت اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ آپؐ کی تعلیمات اور سیرت نبویؐ کے اثرات سے معاشرہ میں اس طرح انقلاب آیا کہ وہ معاشرہ مثالی معاشرہ بن گیا۔ ایسا مثالی کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

آیئے اس کے بعد ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں کہ ہم اسے کس طرح مستحکم و مثالی بنا سکتے ہیں۔

قیام پاکستان کا پس منظر: ۱۸۵۷ء میں مسلم اسٹیٹ کا برصغیر سے مکمل خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر سیاسی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی زوال انتہا کو پہنچ گیا۔ جہاد بالسیف کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ یہ صورت حال دراصل مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے دین سے

دوری کا نتیجہ تھیں ۔اس صورت حال میں علماء حق نے عوام کو دوبارہ دین کی طرف راغب کیا۔سیاسی حالات کے پیش نظر مسلم عمائدین نے مسلم اسٹیٹ کے حصول کے لئے اپنی مساعی قانونی وسیاسی بنیادوں پر جاری رکھی اور بالآخر ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آیا۔اس ملک کی بنیاد دوقومی نظریہ پر تھی ۔جس وقت اور جن حالات میں یہ ملک وجود میں آیا بہت سے لوگوں کی رائے تھی یہ ملک جلد ختم ہوجائے گا۔اس ملک کے پاس نہ دولت تھی نہ جدید دور کی سہولیات میسر تھیں۔ دوسری طرف ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کے مسائل آبادکاری تھے ۔تیسری طرف ہندوستان، کشمیر کے نصف حصہ اور حیدرآباددکن پر قبضہ کر چکا تھا۔ پاکستان پر حملہ کے لئے تیاریاں کرر ہا تھا۔اس پس منظر اور معروضی حالات کے ساتھ اس ملک کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔اس صورت حال میں اس کا باقی رہنا بھی معجزہ تھا اور یہ معجزہ اس لئے ظہور پذیر ہوا کہ ہم نے اللہ سے مسلم عوام سے دوقومی نظریہ، اسلام کے نفاذ ،عدل کا وعدہ کیا تھا۔اس لئے اللہ نے ہماری ہرطرح سے غیبی مدد کی ۔لیکن ہم نے اتنی عظیم نعمت جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی شکل میں ہمیں ملی تھی اس کی قدر نہیں کی۔

ملک اللہ کی عظیمت نعمت ہے : اس کا اندازہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موجود قرآنی آیات سے ہوتا ہے۔

قصہ موسیٰ سے معلوم ہوتا ہے(قوم موسیٰ پرفرعون نے مختلف عذاب جس میں اولاد کا قتل غلامی کی زندگی مسلط کرر کھی تھی) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔اس آزمائش میں اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو۔ بلاشبہ (ملک فرعون کا نہیں بلکہ) اللہ کا ہے۔ وہ جسے چاہے ملک کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقی کے لئے ہے۔(٧٦)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعون کو تباہ کیا اور قوم موسیٰ کو حکومت ملی تو حکومت دینے کے ساتھ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کی جگہ تمہیں حکومت دے گا۔ پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو(کیا تم

بھی حکومت ملنے کے بعد دین الٰہی کو نافذ کرتے ہو یا فرعونیوں کی طرح نافرمانی کرتے ہو)(۷۷)اور ساتھ ہی انہیں یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ اگر تورات کے قوانین کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرلیں تو انہیں معاشی خوشحالی بھی ملے گی۔ارشاد ربانی ہے سورہ مائدہ میں ''اگر یہود و نصاریٰ اپنی زندگیوں میں تورات اور انجیل کو نافذ کرتے جو ان پر بھیجی گئی تھی (تو ان پر رزق اس قدر فراخ کردیا جاتا کہ) وہ کھاتے اوپر سے (یعنی آسمان سے خوب بارش نازل ہوتی اللہ کی رحمت اترتی ملک میں خوب غلہ اور انواع و اقسام کی چیزیں اترتیں) اور نیچے سے بھی (یعنی زمین سے معدنیات نکلتیں سونا چاندی پیٹرول وغیرہ)(۷۸) لیکن انہوں نے ملک حاصل ہونے کے بعد ناشکریاں کرنا شروع کردیں، اگر ان کے کرتوتوں پر متنبہ کرنے کے لئے ان پر کوئی آزمائش آتی تو کہتے تو موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کی وجہ سے ہے۔(۷۹) اللہ تعالیٰ نے جب انہیں سیدھے راستے پر لانے کے لئے ان پر طوفان کا عذاب، ٹڈی کا عذاب، جوئیں اور مینڈک اور خون کا عذاب مسلط کیا تو سدھر جاتے۔(۸۰) اور موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عذاب ٹلنے کی دعا کراتے۔جب عذاب ٹل جاتا تو پھر نافرمانی اور بغاوت پر اتر آتے۔(۸۱)

قارئین کرام اگر آج ہم اپنی پاکستانی تاریخ پر غور کریں تو اس قصہ موسیٰ کا ایک ایک لفظ ہم پر صادق آرہا ہے۔

قصہ قوم موسیٰؑ کی روشنی میں پاکستان کے حالات کا جائزہ: جس طرح قوم موسیٰ کو طویل جدوجہد کے ملک عطا ہوا۔اسی طرح ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کی طویل جدوجہد کے نتیجہ میں ہمیں یہ ملک ملا۔انگریز اور ہندوؤں کے ساتھ سکھ سمیت ہر طبقہ مسلمانوں کا معاشی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی استحصال کررہا تھا۔لیکن ہم نے ملک قائم ہوتے ہی تمام وعدے فراموش کردیئے۔عملاً کچھ نہیں کیا، زبان سے دعوے کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر ناشکری کی سزا کے طور پر جنگ مسلط کی اور ملک ٹوٹ گیا۔مگر ہم نے پھر بھی ہوش کے ناخن نہ لئے۔اسلامی قوانین کا نفاذ نہیں کیا۔بلکہ شریعت کا تمسخر اڑایا گیا۔نتیجہ کے طور پر ہم پر بھی قوم موسیٰ کی طرح خون کا عذاب مسلط کردیا گیا۔